تمام خرابیوں اور بیماریوں کا ایک ہی حل ہے کہ عبادت پر قائم ہو جائیں۔
جھوٹ کے بتوں کو اپنے گھروں سے اکھیڑ پھینکیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۲ء بمقام ناصر باغ جرمنی)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

گزشتہ کچھ عرصے سے تبتل الی اللہ کے مضمون پر خطبات کا ایک سلسلہ جاری ہے جس میں میں تفصیل کے ساتھ جماعت کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جب ہم سے توقع رکھتا ہے کہ ہر دوسرے سے کٹ کر خدا ہی کے ہو رہو تو دوسروں سے کٹنے سے مراد کیا ہے؟ زندگی کے کن کن شعبوں میں انسان کی راہ میں کون کون سے بت حائل ہوتے ہیں جو اللہ کی راہ روک دیتے ہیں اور خدا کی طرف بندے کے انقطاع کے رستے میں حائل ہو جاتے ہیں۔

یہ سلسلہ چونکہ پاکستان میں بھی اور ہندوستان بھی اور مشرق کے دُور دراز کے ممالک تک بھی ممتد تھا یعنی وہاں تک کہ یہ آواز بھی پہنچ رہی تھی اور تصویریں بھی اس لئے میں نے سوچا ہے کہ اُس وقت تک اسے عارضی طور پر بند کر دیا جائے جب تک کہ دوبارہ ان تمام ممالک سے رابطہ قائم نہ ہو جائے، جن کو اس مضمون سے کچھ ہی حد تک آشنائی ہو چکی ہے اور جب دوبارہ خطبات کا عالمی Televise نظام شروع کیا جائے تو وہ یہ محسوس نہ کریں کہ اس عرصے میں بہت سے سلسلے کے ایسے خطبات تھے جن سے ہم محروم رہ گئے ہیں اس لئے سفر کے دوران جب تک یہ سلسلہ منقطع ہے میرا خیال ہے کہ متفرق امور پر حسب حالات مختلف ممالک کی جماعتوں کو اُن باتوں کی طرف توجہ دلاؤں گا

جو باتیں خصوصیت کے ساتھ ان کی توجہ کی مستحق ہوں۔

جرمنی کے نقطہ نگاہ سے میں نے چند امور نوٹس کی صورت میں لکھے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض ایسے دوستوں نے مجھے توجہ دلائی جو پاکستان سے جرمنی کے دورے پر تشریف لاتے رہے ہیں اور بلا کم و کاست اور بے لاگ اُنہوں نے جو کچھ محسوس کیا اُس سلسلے میں انہوں نے مجھے بھی متوجہ کیا۔ سب سے اہم بات جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ نمازوں میں سستی ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ بہت سے نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک نمازوں کی طرف کماحقہ توجہ شروع نہیں کی حالانکہ عبادات کے متعلق میں نے مسلسل لمبے عرصے تک خطبات دیئے اور ہر پہلو سے جماعت کو سمجھانے کی کوشش کی کہ جب تک جماعت عبادت پر قائم نہیں ہو جاتی نہ احمدیت کسی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے، نہ اس کے دنیا میں غلبہ پانے کے کوئی معنی ہیں کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذریت: ۵۷) کہ میں نے عبادت کی غرض کے سوا کسی اور غرض سے انسان کو پیدا نہیں کیا۔ انسان کو اور جن کو دونوں کو پیدا کیا ہے تو عبادت کی غرض سے کیا ہے۔ پس اگر انسان کی پیدائش کی غرض ہی پوری نہ ہو تو باقی ساری باتیں تو ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اسی جماعت سے تعلق ہے اور اسی سے رہے گا جو اس کی عبادت کا حق ادا کرتی ہے اور جب تک وہ یہ حق ادا کرنے کی کوشش کرتی رہے گی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، اس کے فضل، اُس کی نصرتیں ایسی جماعت کی شامل حال رہیں گے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ قیام عبادت کے لحاظ سے تمام دنیا کی دوسری مذہبی جماعتوں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ صرف عبادت کے ظاہر ہی کو نہیں پکڑتی بلکہ اس کی روح سے بھی فائدے کی کوشش کرتی ہے۔

جماعت کی بھاری اکثریت ایسی ہے جس نے رفتہ رفتہ عبادت کے مضمون کو سمجھ لیا ہے اور مسلسل کوشش کر رہی ہے کہ محض ظاہری طور پر کھڑے ہونا اور رکوع کرنا اور کھڑے ہونا اور سجدے میں گرنا عبادت نہ رہے بلکہ روح بھی ساتھ خدا کے حضور قیام پکڑے، روح بھی رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع میں جائے اور پھر کھڑے ہونے والے کے ساتھ خدا کے حضور ایستادہ کھڑی ہو جائے اور پھر جھکنے والے کے ساتھ خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جائے۔ یہ وہ عبادت ہے یعنی جسم اور روح کی اکٹھی عبادت جو حقیقت میں انسان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا کرتی ہے۔ وہ لوگ جو محض

کھڑے ہونے اور جھکنے اور سجدہ کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں یا ہونٹوں سے بعض لفظوں کو ادا کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ اُن کی ساری زندگی بھی عبادت میں خرچ ہو جائے تو اُن کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صرف اتنا ہی حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ یہ سوچتے ہوئے مریں گے کہ ہم نے خدا کی خاطر اُس کے حکم کی پابندی کی ہے مگر اُس حکم سے ان کو کیا فائدہ پہنچنا تھا اس سے اُن کو کوئی غرض نہیں۔ اسی لئے جماعت احمدیہ کو بار بار میں نے یہ سمجھایا کہ نماز کیا ہوتی ہے، کس طرح پڑھنی چاہئے، کیا کیا ضروریات ہیں جن کو پورا کئے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور نماز کے دوران کیسی جدو جہد کی ضرورت ہے جو زندگی بھر انسان کے ساتھ رہتی ہے تاکہ نماز پڑھنے والا مسلسل پہلے سے بڑھ کر نماز سے فائدہ اٹھانے کی استطاعت حاصل کرتا چلا جائے۔

اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اگر چہ دنیا میں بہت سے ممالک میں ایسے فرقے بھی ہیں جو ظاہری نماز کی پابندی میں جماعت احمدیہ کو بھی شرماتے ہیں لیکن وہ ایک ظاہری خول سا ہے جس کے اندر کوئی زندہ روح دکھائی نہیں دیتی۔ وہابی فرقے کے لوگ ہیں، بڑی بھاری تعداد میں، بہت بڑی اکثریت میں نمازیں ادا کرتے ہیں مگر اٹھنا بیٹھنا نماز کا نام ہے۔ روح کے اندر کوئی پاک تبدیلی پیدا نہیں ہوتی جو اُن کے اخلاق پر اثر انداز ہو۔ دیکھنے والا یہ محسوس کر سکے کہ یہ خدا والے لوگ ہیں، ان کے اندر بنی نوع انسان کی ہمدردی پیدا ہو، اللہ تعالیٰ سے محبت اور تعلق بڑھتا چلا جائے۔ یہ علامتیں ہیں جو زندہ عبادت کی علامتیں ہیں وہ اِن میں دکھائی نہیں دیتیں۔

پس اس پہلو سے جب میں کہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ عبادت کے لحاظ سے دنیا میں بے مثل ہے تو محض ایک زبانی دعویٰ نہیں بلکہ حالات پر نظر ڈالتے ہوئے، حقیقت کے طور پر یہ بات بیان کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی اس طرف بھی نظر جاتی ہے اور یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ جماعت میں نوجوانوں کا ایک ایسا طبقہ ہے جو نمازوں سے غافل ہے۔ جس نے ظاہر کی نماز ادا نہیں کی باطن کی اُس کی نماز کیسے ہوسکتی ہے؟ اگر چہ ایسے نماز نہ پڑھنے والے بعض دوسری باتوں میں دین سے محبت کی علامات رکھتے ہیں، مالی قربانی بھی پیش کر دیتے ہیں، جانی اور وقت کی قربانی بھی پیش کر دیتے ہیں لیکن جب نمازوں کا وقت آتا ہے تو اُن سے غافل ہو جاتے ہیں۔ گھروں میں بھی نمازوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ باجماعت نماز کے لئے جب مواقع میسر آتے ہیں تو سستی اور غفلت کی حالت میں

نماز میں شامل ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں اس چیز کو ایک بہت بڑی غلطی قرار دیا ہے، بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں ایسے نماز پڑھنے والے جن کا دل نماز میں نہ ہو جو سنجیدگی کے ساتھ نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اُس کے آداب بجا نہیں لاتے، غفلت کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں اور غفلت کی حالت میں سلام پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ فرمایا اُن کی حالت یہ ہے لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ (النساء:۱۴۴) نہ وہ اس طرف کے لوگ ہیں نہ وہ اُس طرف کے لوگ ہیں، نہ دین کے رہے نہ دنیا کے رہے۔ جس طرح ایک شاعر نے کہا ہے:

نہ ادھر کے رہے، نہ اُدھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا ، نہ وصال صنم

ایسی باتوں کا کیا فائدہ جو دنیا والوں سے بھی انسان کو توڑ دے اور خدا سے بھی تعلق قائم نہ کر سکے۔

پس عبادت کی طرف توجہ کرنا زندگی کا اہم ترین فریضہ ہے۔ عبادت کے قیام کی خاطر حقیقت میں دنیا میں مذاہب آئے اور تمام مذاہب کی ریڑھ کی ہڈی عبادت رہی ہے اور تمام مذاہب کی سب سے پہلی، سب سے اہم تعلیم عبادت ہی تھی چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینہ:۶) کہ کوئی بھی مذہب دنیا میں ایسا نہیں آیا جسے خدا نے یہ ہدایت نہ کی ہو کہ عبادت پر قائم ہو جاؤ۔ اللہ کی عبادت کرو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینہ:۶)، حُنَفَآءَ لِلّٰهِ (الحج:۳۲) کے لفظ بھی آتے ہیں کہ اللہ کی طرف جھکتے ہوئے، ایسی حالت میں جھکتے ہوئے کہ جب گرو تو خدا کی طرف گرو اور دین کو خدا کی خاطر خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو تو جب دنیا کے ہر مذہب کو عبادت ہی کے قیام کی خاطر پیدا کیا گیا تو احمدیت اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں رکھتی اور نہ رکھ سکتی ہے۔

عبادت پر اگر انسان قائم ہو جائے یا جماعتیں قائم ہو جائیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ظاہر کو بھی سنجیدگی سے اُس کے تمام لوازمات کے ساتھ ادا کریں اور باطن میں بھی اپنے نفس میں بار بار ڈوب کر ہمیشہ اس بات کی تلاش میں رہیں کہ عبادت کے نتیجے میں اُن کی روح میں کوئی تبدیلی پیدا ہو رہی ہے کہ نہیں، اللہ تعالیٰ کی یاد واقعۃً دل پر اثر انداز ہو رہی ہے کہ نہیں، وہ دل پر تموج کی کیفیت

آتی ہے کہ نہیں۔ اگر وہ نمازیں ادا کریں تو یقیناً یہ نمازیں نہ صرف خود کھڑی ہوں گی بلکہ پڑھنے والے کو بھی مستحکم کر دیں گی اور اُس کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی شروع کر دیں گی۔ جو لوگ اس طرح نماز نہیں پڑھتے اُن کو نماز میں لطف نہیں آتا اور لطف نہ آنے کے نتیجے میں وہ اور بھی زیادہ نماز سے غافل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مفت کی بیگار سی ہے۔ باقی باتوں میں ہم ٹھیک ٹھاک ہیں، چندے بھی دے دیتے ہیں، وقارِعمل بھی کر دیتے ہیں، جماعت کے فنکشن اور تقریبات پر بھی چلے جاتے ہیں تو چلو کوئی بات نہیں نماز نہ سہی۔ **یہ بالکل جھوٹا تصور ہے، بالکل باطل، بے حقیقت، اگر نماز نہیں تو باقی کسی چیز کی بھی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ نماز خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرتی ہے اور جس کا خدا سے تعلق نہیں، اُس کا چندے دینا بھی بے معنی ہے، اُس کا وقارِعمل کرنا بھی بے معنی ہے، اس کی ساری باتیں سرسری اور ایک ظاہری حیثیت اختیار کرتی ہیں اُن میں کوئی جان اور زندگی نہیں ہوتی وہ خدا کو پسند نہیں آتی۔**

عبادت کے قیام کے سلسلے میں میں بہت سی باتیں پہلے بیان کر چکا ہوں جن کو دہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا لیکن اتنا ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ عبادت کرنے والا اگر ہمیشہ اپنے نفس میں اس بات کی تلاش کرتا رہے کہ نماز کے دوران میرا خدا تعالیٰ سے کچھ براہ راست تعلق قائم ہوا ہے یا نہیں، کوئی رابطہ بنا یا نہیں بنا اور اس تعلق اور رابطے کے نتیجے میں میرے دل میں کوئی تحریک پیدا ہوئی ہے یا کوئی تموج پیدا ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ کسی محبوب سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں یا دنیا کے لحاظ سے کسی بڑے آدمی سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں خواہ وہ محبوب ہو یا نہ ہو تو جانے سے پہلے ہی خیالات میں ایسی ملاقات کے خیال میں گم رہتے ہیں اور خیالات کئی قسم کی باتیں سوچتے ہیں یعنی ذہن کئی قسم کی باتوں کو سوچتا ہے اور خیالات ان باتوں میں گم ہوتے ہیں کہ ہم یہ بھی کہیں گے اور وہ بھی کہیں گے، اگر شکایت ہے تو یہ شکایت کریں گے، اگر کوئی طلب ہے تو فلاں بات طلب کریں گے اور جب ملاقات شروع ہوتی ہے تو بعض دفعہ ملاقات کا اپنا لطف ان کے مزاج پر، ان کے دماغ، ان کے دل پر اس حد تک غالب آجاتا ہے کہ ساری سوچوں کی باتیں ان کہی میں ہی رہ جاتی ہیں اور انسان بغیر کہے ہی اُٹھ کے آجاتا ہے لیکن یہ کیفیت اس لئے ہے کہ انسان کے ذہن پر اُس ملاقات کے کرنے کا خاص اثر ہوا کرتا ہے۔ یعنی ملاقات سے پہلے ہی وہ اثر اُس کے ذہن، اُس کے دل پر

قبضہ جمالیتا ہے اور اُس کے نتیجے میں انسان وہ باتیں بھی نہیں کہہ سکتا جو اُس نے کہنی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا تصور اگر صحیح ہو تو انسان کے دل و دماغ پر اتنی قوت کے ساتھ قبضہ جمائے گا کہ اس کی کوئی اور مثال دنیا میں دکھائی نہیں دے گی اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو اگر عارف باللہ کے حالات پر غور کیا جائے تو عارف باللہ کے آئینے سے دکھائی دے سکتی ہے۔ روزمرّہ کی زندگی میں عام انسان اس حقیقت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق یہ بتایا جاتا ہے احادیث میں لکھا ہے کہ جب آپ نماز نہیں بھی پڑھ رہے ہوتے تھے تو دل نماز میں اٹکا ہوتا تھا۔

یہ وہی کیفیت ہے جو میں نے بیان کی ہے کہ خدا کے حضور باقاعدہ حاضری دینے کا تصور اتنا پیارا لگتا تھا اور اس سوچ میں آپ گم رہتے تھے کہ کب میں جاؤں گا اور کیا کیا باتیں اُس باقاعدہ نماز کی حالت میں کروں گا اور پانچ وقت نہیں پانچ وقت سے زیادہ مرتبہ آپ ﷺ خدا کے حضور باقاعدہ حاضر ہوتے تھے لیکن تعلق کا یہ عالم تھا اور خدا کی عظمت کا وہ ایک عظیم اثر آپ کے دل پر ایسا مسلط تھا، قائم ہو چکا تھا کہ ہر روز کی بار بار کی ملاقات بھی اُس اثر میں کمی پیدا نہیں ہونے دیتی تھی، اُس جذبے کو ہلکا نہیں کر سکتی تھی بلکہ دن بہ دن جہاں تک آپ کی عبادات کا حال درج ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلق بڑھتا ہی گیا اور دل نمازوں میں ہی اٹکا رہا۔ پس یہ ایک ایسی چیز نہیں ہے جو صرف بیان کرنے سے آ جائے یہ دل کے اندرونی تجربے کا نام ہے اور دل کا اندرونی تجربہ حاصل کرنے کے لئے محنت کرنی پڑے گی اور صحیح طریق پر، صحیح رُخ پر قدم اٹھانے پڑیں گے۔ **اسی لئے میں کوشش کرتا ہوں کہ جیسے بچے کو ہاتھ پکڑ کر چلایا جاتا ہے، جماعت کو بار بار نماز کے متعلق ہاتھ پکڑ پکڑ کر چند قدم چلا کر دکھاؤں کہ اس طرف نماز کا رُخ ہے، ایسی نماز جہاں نصیب ہوتی ہے اور اس طرح ادا کی جاتی ہے۔ پس وہ لوگ جو نمازوں میں سست ہیں، بہت بڑے محروم ہیں۔ اُنہوں نے اپنی زندگیاں ضائع کر دیں اور آئندہ کے لئے بھی اُن کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔**

خصوصیت کے ساتھ جماعت جرمنی کو اس امر کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور تمام ذیلی تنظیموں کو بھی اس بات پر مستعد ہو جانا چاہئے کہ اُن کا کوئی ممبر بھی بے نمازی نہ رہے اور جہاں تک افراد کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے یہ بات رکھی ہے۔ نماز کے وقت آپ اگر صرف یہ کوشش کر لیں کہ نماز میں کوئی ایک حالت آپ کو ایسی نصیب ہو جائے کہ خدا تعالیٰ سے بات کرتے ہوئے

آپ کے دل میں تموج پیدا ہو، ایک تحریک پیدا ہو جیسے کسی پیارے سے جب آپ ملتے ہیں تو اُس کی بعض باتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ اُن ملاقاتوں کے بعض لمحات ایسے دل پر نقش ہو جاتے ہیں کہ ہمیشہ انسان اُن کی سوچوں سے ہی لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ نماز میں بھی کچھ اسی قسم کی کیفیات پیدا ہونی ضروری ہیں۔ وہی نمازیں زندہ ہیں جو دل میں حرکت پیدا کردیں، جو ایک ایسا تموج پیدا کردیں جس کی لہریں دیر تک باقی رہیں اور آپ کے دل و دماغ میں اُن کے نغمگی گونجتی رہے، اُن کا ترنم آپ کو لطف پہنچاتا رہے۔ یہ جو نغمگی اور ترنم ہیں۔ یہ تموج ہی کے دوسرے نام ہیں۔ تموج کا مطلب ہے لہریں پیدا ہونا لیکن اگر لہریں خاص موسیقی سے پیدا ہوں۔ ان کے اندر ایک آپس کی ہم آہنگی پائی جائے، نظم و ضبط پایا جائے تو اُسی کا نام موسیقی ہے۔ آپ نے اچھے گانے والے بھی سنے ہیں، بُرے گانے والے بھی سنے ہیں۔ کبھی آپ کو شاید یہ علم نہ ہوسکا ہو۔ بعض آوازیں آپ کو کیوں پسند آتی ہیں اور بعض آوازیں کیوں پسند نہیں آتیں؟ وجہ یہ ہے کہ جن آوازوں کو آپ پسند نہیں کرتے اُن کے اندر کوئی اندرونی ہم آہنگی نہیں ہے۔ ایک لہر چھوٹی سی اٹھی ہے دوسری بڑی اٹھی تیسری درمیان میں کہیں چلی گئی اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مزاج نہیں ملتے ورنہ اچھے پڑھنے والوں کی آوازوں میں بھی چھوٹی لہریں بھی ہوتی ہیں، بڑی لہریں بھی ہوتی ہیں اور درمیانی لہریں بھی ہوتی ہیں لیکن ان کے آپس کے رابطوں میں ایک ہم آہنگی پائی جاتی ہے، مزاج ملتے ہیں اور جب آوازوں کے مزاج ملیں تو لطف پیدا کر دیتی ہیں۔ اسی طرح انسان کے جب انسان سے مزاج مل جائیں تو لطف پیدا ہو جاتا ہے، وہ بھی ایک قسم کی میوزک ہے۔ ایک ایسا آدمی جو آپ کو پسند نہ ہو اس کے ساتھ بیٹھنا سوہانِ روح ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ عذاب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جتنی دیر اس کی مجلس میں آپ بیٹھتے ہیں مصیبت پڑی ہوتی ہے۔ وہ بھی دراصل ایسے ہی ہے کہ جیسے بُری آواز والے کی آواز بیٹھے سن رہے ہیں۔ بُری آواز والے کی آواز کے اندر اندرونی ہم آہنگی نہیں ہوتی اور آپ کے دل میں جو خدا تعالیٰ نے میوزک کا ایک تصور ثبت کر رکھا ہے یعنی نغمگی ایسی چیز نہیں ہے جو باہر سے آتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں نغمگی کا ایک تصور ثبت کیا ہوا ہے اور اُس تصور کے ساتھ جب بیرونی نغمگی یا گانا ہم آہنگ ہو جاتے ہیں تو انسان کو اتنا لطف محسوس ہوتا ہے کہ اُس لطف میں بعض دفعہ وہ ایسی کیفیات میں چلا جاتا ہے جسے لوگ جذب کی حالت کہتے ہیں اور وہ ہمیشہ یاد رہتی ہے۔

یہ مثال میں آپ کو اس لئے دے رہا ہوں تفصیل کے ساتھ کہ نماز میں بھی خدا کی ذات کے ساتھ ایسی ہم آہنگی ہونی ضروری ہے تب نماز میں نغمہ پیدا ہوگا اور جب وہ نغمے کی لہریں پیدا ہوں گی تو وہ ہمیشہ یادرہیں گی۔ اپنے پیاروں کے ساتھ ملنے میں وہ نغمہ پیدا ہوتا ہے اور وہی آپ کے لطف کا موجب بنتا ہے۔ ورنہ دو آدمی پاس پاس بیٹھے ہوئے ہیں اس سے زیادہ اگر اور کچھ بھی نہ ہو تو وہ شخص جو ہم مزاج نہیں ہے وہ بھی خاموش ایک طرف بیٹھا ہو اور آپ بھی ایک طرف بیٹھے رہیں۔ آپ کے اندر ایک مغائرت ہوگی، ایک تناؤ پیدا ہوگا، گھبراہٹ ہوگی کب یہ مصیبت گلے سے اترے، کب یہاں سے اُٹھ کے جائے تو میں تنہائی کا لطف محسوس کروں لیکن ایک پیارا شخص بھی اسی طرح اسی فاصلے پر بیٹھا ہو، اسی طرح خاموش بیٹھا ہو، آپ کا دل نہیں چاہے گا کہ اٹھ کے جائے۔ وہ کیا چیز ہے جس نے آپ دونوں کو اس زور کے ساتھ باندھا ہے، وہ آپ دونوں کی نفوس کی ہم آہنگی ہے۔ یہ ایک قسم کی میوزک ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان کو ودیعت فرمائی ہوئی ہے اور بغیر آواز کے بھی اس کا لطف محسوس ہوتا ہے۔ تو نماز کو زندہ کرنے کا اصل ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہم آہنگی پیدا کریں اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے محض نماز کے چند لمحات کافی نہیں ہوں گے۔

اپنی زندگی کے روزمرّہ کے حالات میں یہ ہم آہنگی پیدا کی جاتی ہے۔ بار بار خدا کی طرف تصور اچھل اچھل کر دوڑے اور ہر بات پر کچھ نہ کچھ خدا کا خیال دل میں پیدا ہونا شروع ہو جائے۔ کھانا کھاتے ہوئے جب آپ اچھی چیز کھاتے ہیں۔ کبھی نہیں سوچتے کہ یہ مزا کیا ہے، یہ خوشبو کیا ہے، بھوک کیوں لگتی ہے، بھوک کے نتیجے میں جب آپ کھانا کھاتے ہیں تو کیسا مزا پیدا ہوتا ہے؟ تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ خدا تعالیٰ نے کیسے باریک در باریک نظام انسان کو لطف پہنچانے کے لئے پیدا فرمائے ہوئے ہیں۔

بچوں سے میری بات ہو رہی تھی تو میں نے اُن سے کہا کہ یہ تو سوچو کہ اگر اللہ چاہتا تو گائے بھینسوں کی طرح گھاس اور پٹھوں پر بھی تمہارا گزارا ہو سکتا تھا۔ جس میں گائے، بھینس، مویشیوں کے معدے ایسے بنا دیئے جو پتے کھا کر بھی گزارا کرسکتا ہے تمام حیوانی دنیا میں انسان کے سوا کوئی جانور ایسا نہیں جس کی لذت کے اتنے مختلف سامان خدا تعالیٰ نے پیدا کئے ہوں۔ خوشبو میں بھی مزا رکھ دیا، لمس میں بھی مزا رکھ دیا، سردی گرمی میں بھی مزا رکھ دیا، پھر مزے بھی کئی قسم کے اُن کے ساتھ آویزاں

کر دیئے اور نظر کی کیفیت میں بھی مزا پیدا کیا چنانچہ بعض قومیں ایسی ہیں کہ جن کو کھانے کا لطف ہی نہیں آتا جب تک خوب سجا نہ ہو۔ ان کے ہاں نظر کی لذت زبان کی لذت سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ جاپان میں جن کو جانے کا موقع ملا ہو یا جنہوں نے جاپان کی کوئی فلم دیکھی ہو۔ وہ یہ محسوس کریں گے کہ ساری دنیا کی قوموں میں سب سے زیادہ سجاوٹ کے ساتھ جاپانی کھانا پیش کرتے ہیں اور ایسے خوبصورت کھانے سجا کر بعض دفعہ طاقوں میں لگائے ہوتے ہیں یا شیشے کی الماریوں میں کھانے کی دکانوں میں سجائے ہوتے ہیں کہ آدمی سمجھتا ہے بہت ہی مزیدار چیز ہوگی۔ مگر ہمارا تو چونکہ یہ ذوق مختلف ہے جب کھاتے ہیں تو دو لقمے بھی نہیں کھائے جاتے ہیں لیکن اُن کے ہاں نظر کو اہمیت ہے۔ بعض قوموں میں خوشبو کو اہمیت ہے، بعض قوموں میں زبان کی تیزی کو اہمیت ہے، زبان کی تیزی پیدا ہو، جیسے کہ مرچ مصالحہ کھانے والے ہیں زبان کی تیزی کا مزا چکھتے ہیں بعضوں کو اصل چیز کی خوشبو میں مزا ملتا ہے، کوئی چینی یا کوئی اور چیز زائد کر دی جائے تو اُن کا مزا کھویا جاتا ہے۔ لیکن یہ ساری چیزیں سوائے انسان کے کسی اور کو نصیب نہیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے کیسے کیسے سامان فرمائے ہیں۔

نماز میں مزے سے پہلے روزمرہ کی زندگی میں تو خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرلیں اور اتنے بے شمار مواقع ہیں صبح سے آنکھ کھلنے کے وقت سے لے کر رات سوتے وقت تک اگر انسان خدا کا شعور زندہ رکھے تو سینکڑوں، ہزاروں مواقع اُس کو لقائے باری تعالیٰ کے میسر آ سکتے ہیں۔ توجہ ہو تو ضرور کچھ نہ کچھ جھلکیاں خدا کے پیار کی ہر زندگی کے شعبے میں دکھائی دیں گے۔ ایسے شخص کی نماز پھر زندہ ہونے کی اہلیت رکھتی ہے جب وہ نماز میں خدا کو رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ:۲) کہتا ہے تو اپنے روزمرہ کے تجارب میں سے کچھ باتیں یاد آ جاتی ہیں جبکہ اس نے خدا کی ربوبیت سے لطف اٹھایا تھا، اُس نے خدا کی ربوبیت کے نظارے اپنے گھر میں دیکھے، اپنے بچوں میں دیکھے، اپنے ماحول میں دیکھے، اُس ملک میں دیکھے جس ملک میں وہ بس گیا ہے پھر اُس کی رحمانیت کے نظارے، اُس کی رحیمیت کے نظارے، اُس کے مالک ہونے کے نظارے، یہ سارے روزمرہ کی زندگی میں ایسے تجارب ہیں کہ ایک دن بھی اُن سے خالی نہیں اور جو شخص باشعور ہو جائے اُس کا کوئی لمحہ ان تجربوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ باشعور ہونے میں اور اس سفر کے ابتدائی قدم اٹھانے میں بڑے فاصلے ہیں، لامتناہی فاصلے ہیں۔

اس جلوس کے ایک طرف ایک عام نماز میں کوشش کرنے والا انسان ہے اور سب سے دور اتنا دور کہ تصور کی آنکھ بھی بمشکل پہنچتی ہے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ عبادت کرنے والوں کے قافلہ سالار کے طور پر اس قافلے کی سربراہی فرمارہے ہیں۔ ان دو کے درمیان بہت بڑے فاصلے ہیں لیکن جیسا کہ جلوسوں میں اور اجتماعی طور پر چلنے والے گروہوں میں دیکھا گیا ہے ضروری نہیں ہوا کرتا کہ جو شخص سب سے پیچھے رہ گیا ہے وہ ہمیشہ سب سے پیچھے ہی رہے۔ آگے پیچھے لوگ ہوتے رہتے ہیں۔ کچھ کوشش کرتے ہیں، زور لگاتے ہیں وہ آگے نکل جاتے ہیں، کچھ لوگ سستی دکھاتے ہیں تو پیچھے رہ جاتے ہیں۔ کوشش کریں کہ آپ سب سے آخر پر نہ رہیں اور آپ کا اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا فاصلہ نسبتاً کم ہو۔ اس کا سب سے اچھا موقع، اس کوشش اور جدوجہد کا نماز ہے جس کا نماز میں آنحضور ﷺ سے فاصلہ کم رہ جائے جب وہ یہ دعا کرتا ہے اے خدا مرنے کے بعد مجھے محمد رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اٹھانا، آپؐ کے قرب میں جگہ دینا تو اس کی دعا میں ایک جان پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نظر اُس کو اس حیثیت سے دیکھتی ہے کہ کمزور سہی لیکن سچا آدمی ہے۔ اس نے زندگی بھر کوشش ضرور کی تھی کہ آنحضو ﷺ کا قرب نصیب ہو لیکن وہ جو قرب کی کوشش نہیں کرتے اور لوگوں کو دعا کے لئے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے دعا کریں کہ مرنے کے بعد ہمیں خدا آنحضو ﷺ کے قدموں میں جگہ دے۔ ان دعاؤں کی کیا حیثیت ہے؟ منہ کی باتیں ہیں اور اگر کوئی اہل اللہ بھی اُن کے لئے دعا کرے گا تو یہ دعا قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ دعا کو نیک اعمال طاقت بخشتے ہیں۔ بعض دفعہ دعا کرنے والے کے نیک اعمال، بعض دفعہ جس کے لئے دعا کی جاتی ہے اُس کے نیک اعمال چنانچہ بعض لوگ جن کے اندر نیک اعمال کی صلاحیت ہو اُن کے حق میں یہ دعا قبول ہو جاتی ہے، جو نیک اعمال سے کلیۃً محروم ہوں اُن کے حق میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے دو عمروں میں سے ایک عمر خدا سے مانگا تھا یعنی دونوں مل جائیں تو بہتر ورنہ ایک تو ملے (ترمذی کتاب المناقب حدیث نمبر: ۳۶۱۴)۔ یہ مراد ہے اس سے۔ ایک ابوجہل کا نام بھی عمر تھا اور ایک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی عمر تھا۔ ابوجہل کے حق میں دعا قبول نہیں ہوئی لیکن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعا قبول ہوئی حالانکہ دعا کرنے والا وہی تھا۔ اُس کے نیک اعمال بھی وہی تھے جو دعاؤں کو رفعت بخشتے ہیں۔ پس جس کے حق میں دعا کی جائے اُس کے اعمال کا بھی قبولیت دعا سے گہرا تعلق ہوا کرتا ہے۔

پس آپ کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا قرب پیارا ہے تو اس پیار کی تمنا تو کر کے دکھائیں۔تب آپ کی دعائیں بھی مقبول ہوں گی اور دوسروں کی آپ کے حق میں مقبول ہوں گی ورنہ جس نے دنیا میں فاصلے قائم رکھے اور پرواہ نہیں کی قیامت کے دن بھی یہ فاصلے پاٹے نہیں جاسکیں گے اس لئے نماز کو کم از کم اس کوشش کے ساتھ ادا کریں کہ نماز میں کچھ لمحے ساری نہ سہی، کچھ لمحے لقاء کے نصیب ہو جائیں۔کچھ ایسے لمحے ہوں کہ نماز ایک ملاقات بن جائے۔

لقاء باری تعالیٰ جو کہتے ہیں دراصل ملاقات ہے۔ یہ جو کہتے ہیں لقاء نصیب ہو جائے حالانکہ وہ آدمی جو لقاء کی دعائیں کرتا ہے وہ نماز بھی پڑھ رہا ہوتا ہے۔تو لقاء سے مراد وہ لقاء ہے جو زندہ ملاقات کی مشیّت رکھتی ہے۔ جب آپ کسی سے ملنے جاتے ہیں تو ہوش و حواس، پوری توجہ کے ساتھ مل رہے ہوتے ہیں اور اُس ملاقات کے نتیجے میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے لذتیں پیدا ہوتی ہیں جو زندگی کی یادوں کا سرمایہ بن جاتی ہیں۔نماز میں بھی ویسی ہی لقاء نصیب ہو تو پھر وہ نماز زندہ ہوتی ہے اور جس کی نماز میں یہ جھلکیاں ملنی شروع ہو جائیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ نمازوں پر قائم ہو جایا کرتا ہے۔

پس بہت سے ایسے احمدی نوجوان، بہت سے اگر نہیں تو اتنی تعداد ضرور ہے کہ جو ہمارے لئے شدید تکلیف کا موجب ہے۔ایسی بھی مثالیں موجود ہیں جو نمازوں سے غافل ہیں یعنی نماز کا غافل ہونے سے مراد نماز کا پڑھتے ہوئے غافل ہونا بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نماز پڑھتے ہی نہیں۔اتنی غفلت کی حالت ہے کہ پرواہ ہی کوئی نہیں رہی۔ایسے لوگوں کے متعلق بعض دفعہ اُن کی بیویاں مجھے لکھتی ہیں، بعض دفعہ مائیں لکھتی ہیں، بعض دفعہ بہنیں بھی لکھتی ہیں، بعض دفعہ بچے بھی لکھتے ہیں کہ دعا کریں کہ ہمارے ابو کو نماز کی عادت نہیں ہے۔بعض بیویاں لکھتی ہیں کہ ویسے تو بہت اچھے ہیں مگر میں ہر وقت کڑھتی رہتی ہوں کہ میرے میاں کو نماز سے کوئی شغف نہیں۔سمجھاتی ہوں تو جھڑک دیتے ہیں چھوڑ دو ان باتوں کو میں جانتا ہوں، میری مرضی ہے، میرا خدا سے تعلق ہے، مطلب ہے میرا خدا سے کوئی تعلق نہیں لیکن کہتے یہی ہیں کہ میرا خدا سے تعلق ہے اور میں جانتا ہوں۔کیسی ظلم کی حالت ہے آپ اپنی اس زندگی کو ضائع کر رہے ہیں جو چھوٹی سی زندگی ہے اور ایک دفعہ ختم ہوئی تو پھر واپس نہیں آنی۔کیا پتا ہے کہ کس وقت کون گزر جائے اور جو بے نماز دنیا سے گزرے گا وہ اندھی حالت میں

اٹھایا جائے گا۔ قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ أَعْمٰى (بنی اسرائیل:۷۳) کہ دنیا میں جو اندھا ہو وہ قیامت کے دن مرنے کے بعد بھی اندھا رہے گا۔ اس سے مراد لقاء کا حاصل ہونا یا لقاء کا نہ حاصل ہونا ہے۔ وہ شخص جس کو خدا دنیا میں دکھائی نہ دینے لگے اور بار بار اس کی جھلکیاں نظر نہ آئیں۔ وہ جو خصوصیت کے ساتھ نماز میں آتی ہیں، وہ دنیا میں اندھا ہے اور جیسے اندھے کو پتا نہیں لگتا کہ میں کس چیز سے محروم ہوں اُسی طرح ایسا آدمی بھی بسا اوقات محسوس ہی نہیں کرتا کہ وہ کس چیز سے محروم ہو رہا ہے۔ اُس کے متعلق کتنی دردناک خبر ہے۔ وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ أَعْمٰى جو اس دنیا میں اندھا رہا آخرت میں بھی اندھا ہی اٹھایا جائے گا۔ وہاں بھی اُس کے لئے بصارت نہیں ہوگی۔

پس یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بہت ہی بڑی اور بنیادی خرابی ہے۔ ایسے لوگ وہ ہیں جو دراصل ماحول کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ ماحول کی دلچسپیاں اُن کو کھینچ لیتی ہیں۔ نماز ہی ہے دراصل جو اُن کی حفاظت کرتی ہے۔ ہر قسم کی بُرائی، ہر قسم کی فحشاء سے لیکن جب وہ نمازوں سے غافل ہوں تو دنیا کی دلچسپیاں اُن کو بے روک ٹوک کھینچتی ہیں۔

میں نے دیکھا نماز پڑھنے والوں میں بھی خرابیاں ہوتی ہیں اُن میں بھی بعض دفعہ فحشاء کی عادت ہوتی ہے لیکن ایک نمازی کی زندگی اور بے نمازی کی زندگی میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک بے نماز انسان بے روک ٹوک اپنی بدعادتوں کی طرف بڑھتا ہے اور دوڑتا چلا جاتا ہے اور کوئی آواز اُس کو واپس بلانے کے لئے اس کے کان میں نہیں پڑتی۔ لیکن ایسے بھی نمازی ہیں جن سے گناہ ہوتے ہیں۔ بعض گناہوں کے وہ بچپن کی غلطیوں کی وجہ سے عادی بھی بن چکے ہوتے ہیں لیکن ہر نماز میں ضمیر کی آواز کانوں میں سنائی دیتی ہے اور اُن پر لعنتیں بھیج رہی ہوتی ہے کہ تم کیا کرتے آئے ہو، اب کیا کر رہے ہو؟ واپس کس دنیا میں جاؤ گے اور مسلسل کوشش کرتے ہیں، روتے ہیں، پیٹتے ہیں، گریہ وزاری کرتے ہیں اور بعض دفعہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نہیں سنی گئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ نماز کی آواز ضائع نہیں جایا کرتی۔ جلد یا بدیر آخر نماز میں اٹھنے والی ضمیر کی آواز اُن پر غالب آجایا کرتی ہے اور ہر قسم کی برائیوں سے اُن کو کھینچ کر یک دفعہ خدا کی طرف لے آتی ہے مگر جو نماز ہی نہیں پڑھتا اُس کے لئے یہ کون سا امکان ہے؟ اُس کے بچنے کی تو ہر راہ بند ہو چکی ہوتی ہے۔

اس لئے دیکھنے میں تو یہ فرق ہے کہ فلاں نماز تو پڑھتا ہے اور فلاں بدی اس میں موجود ہے اور اگر کوئی بدی اس میں موجود ہے تو یاد رکھیں کہ اُس بدی کے خلاف ہر نماز میں کوئی نہ کوئی شرمندگی بھی وہ محسوس کر رہا ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی آواز اُس کے کانوں میں ضرور پڑ رہی ہوتی ہے، لیکن ایک بے نمازی بیچارہ تو بالکل محروم ہے۔ اندھا دھند آنکھیں بند کئے ہوئے وہ ایک گندی عادت میں مبتلا ہے تو مبتلا ہی رہ جاتا ہے اور بد عادتیں پکڑ لیتا ہے اور رفتہ رفتہ اپنے مفاد سے بھی غافل ہو جاتا ہے، اپنے بیوی بچوں کے مفاد سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور بڑی ایک نحوست کی سی حالت ہے۔ ایسا گھر جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو، جس گھر میں خاوند نماز نہ پڑھے، اُس کی بیوی کی نمازیں بے چاری کی اکیلی کام نہیں دے سکتی، بعض دفعہ بچے ماں کی بجائے باپ کی حالت کو دیکھ کر اُس سے رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور ویسے بھی گھر پر ایک نحوست سی طاری رہتی ہے۔

تو میں آپ کو بڑے خلوص کے ساتھ، بڑی منت کے ساتھ یہ گزارش کرتا ہوں، اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ نماز کو اہمیت دیں اور گھر میں سے ہر فرد نماز پر نگران ہو جائے جس طرح کہ مجھے بعض بچے لکھتے ہیں تو بہت پیارے لگتے ہیں۔ جب بڑوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ اُن کو نماز پڑھنے کی عادت نہیں۔ دعا کے لئے لکھتے ہیں کہ بعض دفعہ خیال آتا ہے کہ اس بچے کے دل کی جو دعا ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی شاید سن لی ہو۔ تو نہ صرف نگران بنیں بلکہ دعائیں کرتے ہوئے نگران بنیں اور جو کوشش بھی اُن کے بس میں ہے وہ کریں تا کہ کسی احمدی گھر میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو یا بڑا ہو یا بچہ جو عبادت نہ کرتا ہو اور پھر عبادت کرنے والا بھی ایسا ہو جو ہر وقت اپنی عبادت کو زندہ کرنے میں کوشاں ہو۔ صرف ظاہری اُٹھک بیٹھک پر راضی نہ ہو بلکہ جب تک اُس کے دل میں سے عبادت کا مزا اٹھنا نہ شروع ہو جائے اُس وقت تک وہ تسلی نہ پائے۔

جرمنی کو ایسے عبادت کرنے والوں کی ضرورت ہے کیونکہ یہ دنیا بہت زیادہ مادہ پرست ہو چکی ہے۔ اتنا خدا سے دور جا چکا ہے یہ ملک صرف جرمنی کی بات نہیں، یورپ کے اکثر ممالک کہ ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے ہیں جہاں جا کر کوئی روک باقی نہیں رہتی۔ ان کے سکولوں میں چھوٹے ہوں یا بڑے، ان کے کالجوں میں، یونیورسٹیوں میں کھلم کھلا خدا کے خلاف باتیں، ان کی تعلیم اور تدریس میں ایسے رنگ آچکے ہیں جن کے نتیجے میں عملاً ارادے کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچوں کو خدا

سے بدظن اور مذہب سے دور کیا جاتا ہے اور کوئی روک ٹوک نہیں۔ جو زیادہ آزاد خیال ہو اور بے حیا ہو، خدا کے خلاف باتیں کرنے والا ہو، وہ سوسائٹی میں زیادہ روشن خیال سمجھا جاتا ہے۔ گویا اندھوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی آنکھیں ہیں، جن کی آنکھیں ہیں اُن کو اندھا بتایا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں نماز ہی ہے جو آپ کی اور آپ کے بچوں کی حفاظت کرے گی۔ نماز پر قائم نہ کیا تو آپ کی بچیاں آپ کے سامنے دیکھتے دیکھتے ضائع ہو کر اس غالب معاشرے کا شکار ہو جائیں گی اور بہت بڑا نقصان ہے۔

زیادہ تر پاکستان سے ہجرت کرنے والے احمدیوں کو شکایت یہی ہے کہ ہمیں کھلم کھلا عبادت کی اجازت نہیں اور یہ ایک ایسا حق ہے جسے دنیا کی تمام آزاد قوموں نے تسلیم کیا ہے کہ جسمانی طور پر خواہ کوئی مارے پیٹے یا نہ مارے پیٹے اگر کسی قوم کو خدا کی عبادت کے حق سے جبراً محروم کیا جائے تو یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس کے نتیجے میں وہ قوم دوسرے ملکوں میں پناہ لینے کا حق حاصل کر لیتی ہے لیکن اگر پناہ لینے والا وہاں بھی بے نمازی ہو اور یہاں بھی بے نمازی رہے تو کس چیز سے پناہ مانگی۔ ایک شیطان سے دوسرے شیطان کی طرف پناہ لی نا، کسی شیطان سے خدا کی طرف پناہ لینے کے لئے تو نہ آئے۔ پس وہ لوگ جو پاکستان سے ہجرت کر کے آتے ہیں اور پھر وہاں بھی بے نماز رہتے ہیں اور یہاں بھی بے نماز رہتے ہیں کبھی اُن کے دل نے اُن کو جھنجھوڑا نہیں۔ کہاں سے بھاگے تھے کدھر بھاگے تھے؟ مومن اور غیر مومن کے درمیان میں یہی فرق ہوا کرتا ہے۔ غیر مومن اگر شیطان سے بھاگتا ہے تو شیطان کی طرف ہی بھاگتا ہے اور مومن اگر خدا کی تقدیر سے بھاگتا ہے تو خدا کی تقدیر کی طرف ہی بھاگتا ہے۔

اس نکتہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی شان کے ساتھ بیان فرمایا۔ ایک دفعہ ایک اسلامی لشکر آپ کی قیادت میں کسی جگہ پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور وہاں ایک خبر مشہور ہوئی کہ یہاں ایک خوفناک پلیگ پھیلی ہوئی ہے، ایک قسم کی طاعون ہے جو بڑی تیزی کے ساتھ لوگوں کو اپنا شکار بناتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسی وقت فیصلہ لیا کہ فوراً اس جگہ سے کوچ کر جاؤ اور دوسرے محفوظ صحت مند علاقے کی طرف چلو۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! کیا آپ خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ اپنی طرف سے بڑی طاقت کے ساتھ، بڑے زور سے

حضرت امیر المؤمنین کے فیصلے کے خلاف اعتراض اٹھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ میں خدا کی تقدیر سے خدا کی تقدیر کی طرف بھاگ رہا ہوں۔ میرا خدا جیسا یہاں ہے وہاں بھی ہے اور اُس کی تقدیر خیر بھی ہے اور تقدیر شر بھی ہے تو میں اُس کی ایک تقدیر سے اس کے سوا کسی اور کی طرف نہیں جا رہا اُسی کی تقدیر خیر کی طرف بھاگ رہا ہوں۔ (بخاری کتاب الطب حدیث نمبر ۵۷۲۹) دیکھو مومن بھاگتا ہے تو خدا کی ایک تقدیر سے اُس کی دوسری تقدیر کی طرف بھاگتا ہے۔ شیطان کی تقدیر سے شیطان کی تقدیر کی طرف نہیں بھاگا کرتا۔ پس وہ لوگ جو ہجرت کرتے ہیں خدا کے نام پر اور اپنی بدیاں ساتھ لے کر آتے ہیں اور اُن بدیوں میں مزید ملوث ہو جاتے ہیں۔ وہ شیطان کی تقدیر سے شیطان کی تقدیر کی طرف جانے والے ہیں۔ اُن کا تو خدا کی تقدیر سے بھاگ کر خدا کی تقدیر میں آنے والوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ یہ بڑا کھلا امتیاز ہے۔ ایک سچے مومن میں اور ایک فرضی مومن میں۔

پس آپ اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا کریں جو بتا دیں، وہ دنیا کو دکھا دیں کہ آپ نے ہجرت خدا کی طرف کی ہے اور کسی غیر کی طرف نہیں کی اور اس کا سب سے بڑا ثبوت، سب سے بڑا گواہ آپ کی عبادتیں ہیں۔ اگر آپ عبادتوں پر قائم ہوں اور اُن کی نگرانی کریں اور آپ میں چھوٹا بڑا ایک دوسرے کا خیال رکھے، دعائیں بھی کریں منت اور گریہ وزاری کے ساتھ، گریہ وزاری کرنی پڑے تو اپنے بھائیوں کو عبادت کی طرف بلائیں اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر کیسے نازل ہوتے ہیں۔ بہت سی دعائیں انسان کر کر کے تھک جاتا ہے قبول نہیں ہو رہی ہوتی اور آدمی شکوے کرتا ہے میری تو قبول نہیں ہوئی۔ بات یہ ہے کہ عبادت کرنے والے کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور وہ بھی خاص حکمتوں کے ساتھ جو سچی عبادت کرنے والا ہو اوّل تو اس کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوتی ہیں، دوسرے اگر جو نہیں ہوتیں اُن پر اللہ تعالیٰ صبر دیتا ہے اور کبھی ایسا شخص خدا پر شکوہ زبان پر نہیں لاتا۔ **پس تمام خرابیوں کا ایک ہی حل ہے، تمام بیماریوں کا ایک ہی دوا ہے اور وہ عبادت پر قائم ہو جانا ہے۔**

اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ جن نوجوانوں تک میری آواز پہنچ رہی ہے کہ جن بڑوں تک چھوٹوں تک میری یہ آواز پہنچ رہی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ عبادتیں میں کمزور ہیں وہ آج ہی یہ عہد کر کے اٹھیں کہ انشاء اللہ عبادت کو قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اپنی ذات میں بھی اور غیروں میں بھی

وہ ایک ایسی شمع روشن کریں گے عبادت کی جس کی روشنی دور دور تک پھیلے۔ وہ اپنے گھر ہی کو روشن نہیں کریں گے بلکہ روشنی کا مینار بن جائیں گے تاکہ دور دور تک اُن کی روشنی کے فیض سے جہاز چٹانوں سے ٹکرانے کے بجائے ہدایت کی راہ پا جائیں گے۔ پس اس قوم میں ایسے روشنی کے مینار بننے کی ضرورت ہے اور عبادت گزار ہی ہے جو ایسا روشنی کا مینار ثابت ہوسکتا ہے۔

اور بہت سے امور جو بیان کئے گئے تھے اُن کے لئے تو وقت نہیں اب رہا لیکن سب سے اہم بات میں نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ ایک امر یہ بتایا گیا ہے کہ بعض لوگ سیاسی پناہ کے مقدمات میں جھوٹ سے کام لیتے ہیں اور لیتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ یہ شرک ہے۔ دنیا کی منفعت کی خاطر آپ جب جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں تو ایک خدا کو چھوڑ کر دوسرے خدا کی عبادت شروع کر دیتے ہیں اور جھوٹ کے نتیجے میں بلکہ برکتیں بھی نہیں ملتیں۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر غلط بیان دیئے بھی گئے ہیں تو اس بات سے قطع نظر کہ آپ کے سچ کی کیا سزا ہوگی آپ کو سچ بولنا چاہئے اور جو حقیقت حال ہے وہ بتانی چاہئے یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ ہمیں مار پڑی اور ہمیں یہ ہوا جبکہ نہ مار پڑی اور نہ کچھ اور ہوا۔ وہ بتانا چاہئے کہ سارے احمدی کا دل وہاں دکھا ہوا ہے۔ ہماری ہر چیز پر پابندی ہے ہر روز اخباروں میں منہ کالے کئے ہوئے ہوتے ہیں اُنہوں نے جھوٹ بول بول کے اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ جبکہ طعن و تشنیع کی ذریعہ، گالیاں دے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بکواس کر کے ہمارے دل چھلنی نہیں کئے جاتے اور ہر وقت فسادی کے جھوٹ کی تلوار ہمارے اوپر لٹکی ہوئی ہے کوئی امن نہیں ہے۔ یہ بات کہنے کے بجائے جو سو فیصدی سچی ہے جب آپ ایک فرضی مقدمہ بناتے ہیں، فرضی کہانی گھڑتے ہیں کہ ہماری ذات پر یہ ہوا تو اپنے اوپر بھی ظلم کرتے ہیں اور احمدیت پر بھی بڑا ظلم کرتے ہیں اور ایک غلط بالکل تاثر پیدا کرتے ہیں اس لئے جیسا کہ میں نے بارہا جھوٹ سے پرہیز کی ہدایت کی ہے اور تبتل الی اللہ کے مضمون کا آغاز ہی جھوٹ سے بچنے سے کیا تھا۔ جھوٹ سے بچنے کی نصیحت سے کیا تھا اس کی طرف میں دوبارہ متوجہ کرتا ہوں کہ ہر قیمت پر جھوٹ سے پناہ مانگیں۔

بعض جرمنی میں آئے احمدیوں نے الحمدللہ بہت ہی نیک نمونہ دکھایا اور مجھے لکھا کہ یہ ہمارا کیس جھوٹا تھا۔ یعنی عمومی تکلیف تو تھی لیکن جو بات میں نے اپنے کیس میں پیش کی تھی وہ غلط تھی۔

جب سے میں نے خطبہ سنا ہے میرا ضمیر مجھے جھنجھوڑ رہا ہے اور اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ خط لکھ کر اب اپنے وکیل کے پاس جا رہا ہوں اور اُس کو بتاؤں گا کہ میرے کیس میں یہ بات سچی ہے اور یہ جھوٹی ہے یہ بات نکال دو خواہ میرا کیس منظور ہو یا نہیں مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ بہت ہی میرے دل سے اس کے لئے یہ دعائیں نکلی اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے بہتر سامان فرمائے گا لیکن اگر وقتی طور پر قربانی بھی دینی پڑے تو توحید کے قیام کے لئے ہر قربانی کم ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ **قیام توحید کے لئے انسان جو قربانی پیش کرتا ہے وقتی طور پر اُس کو تکلیف بھی ہو تو آئندہ ہمیشہ ہمیش کے لئے وہ امن میں آ جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس کی حفاظت میں خود کھڑا ہو جاتا ہے** اس لئے قربانی وقتی اور سرسری سی ہے اس کے نتیجے میں ساری زندگی آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ فوائد حاصل ہوں گے۔ پس جھوٹ کے خدا پر لعنت ڈالتے ہوئے، اس کا بت توڑتے ہوئے، پاش پاش کر کے ایک طرف پھینک دیں، کسی احمدی کے دل میں، اُس کے گھر میں جھوٹ کا بت نہیں ہونا چاہئے۔

بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنی کمزوریاں چھپانے کے لئے، اپنی طرف سے دانشور بنتے ہیں، جماعت کے عہدے داروں پر تنقید کرتے ہیں کہ اس نے یہ کیا، اس میں یہ فلاں بات ہے۔ جب مجھ تک یہ باتیں پہنچتی ہیں تو میں تحقیق کرواتا ہوں تو اکثر تنقید کرنے والوں کا قصور نکلتا ہے اور اگر کچھ باتیں بُری پائی بھی جاتی ہیں عہدیداران میں تو اُس کا مناسب طریقہ ہے بجائے اس کے کہ مجلسوں میں بیٹھ کے باتیں کی جائیں، اُس سے جھوٹے اور مکروہ لطف اٹھائے جائیں، جھوٹے اور مکروہ لطف اس لئے کہ یہ غیبت کی باتیں ہیں اور غیبت کے متعلق قرآن فرماتا ہے کہ ایسا ہی لطف ہے جیسے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاؤ اور اس کے لطف اٹھا رہے ہو۔ تو اس مکروہ لطف کے بجائے سیدھا طریقہ کیوں نہیں اختیار کرتے جب کسی عہدیدار میں کوئی کمزوری دیکھتے ہیں اس تک پہنچ کے ادب کے ساتھ اُس کو سمجھائیں کہ آپ کے اوپر یہ بات سجتی نہیں ہے۔ آپ عہدیدار ہیں یہ بات چھوڑیں اور یہ بات اختیار کریں۔ اگر وہ نہیں مانتا تو آپس میں ایک دوسرے سے اس کے خلاف باتیں کر کے گندے اور غلیظ چسکے حاصل کرنے کے بجائے نظام جماعت کو، اُن عہدیداروں کے معرفت مطلع کریں۔ اس میں کوئی نقص نہیں ہے، بلکہ بہت ہی عمدہ بات ہے، کسی شخص کی کمزوری کے متعلق بالا افسر کو اُس کی معرفت خط لکھا جائے۔ اُس کو بتایا جائے کہ تمہارے اندر یہ بات ہے، ہم یہ

اوپر کے افسر کو اس لئے پیش کر رہے ہیں تمہاری معرفت تا کہ اصلاح ہو۔ اگر یہ طریق ساری جماعت اختیار کرے تو تمام عہدیداروں کی بھی اصلاح ہو جائے گی اور یہ جو جھوٹے دانشور بنے پھرتے ہیں، ان کا بھی ایمان ضائع نہیں ہوگا۔

بعض مربیوں کے متعلق شکایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنا رہن سہن بڑا اونچا کیا ہوا ہے، غریب مربی بیچاروں نے کیا رہن سہن اونچا کرنا ہے لیکن بعض گھروں میں سلیقہ ہوتا ہے اور بعضوں میں نہیں ہوتا۔ میں نے دیکھا ہے تھوڑے روپے پر بھی بعض گھروں میں بڑی رونق ہوتی ہے، سلیقہ اور نظافت پائی جاتی ہے اور زیادہ روپوں میں جن کو گھر چلانا نہیں آتا، اُن کے گھر میں تو گند کے انبار ہی لگے ہوتے ہیں، افراتفری، بدنظمی، نہ کھانے کا لطف اور نہ رہنے کا لطف، بچوں کا شور مصیبت، گند ہر طرف تو خدا نے اگر کسی کو نظافت دی ہے تو اُس میں جلنے کی کیا بات ہے۔ صرف ایک بات ہے کہ کیا کوئی مربی بددیانتی کر کے سلسلے کے ایسے روپے کو اپنی ذات پر، اپنے بیوی بچوں پر استعمال کرتا ہے یا نہیں جو اُس کے پاس امانت ہے۔ اس بات پر ہر شخص کا حق ہے اگر اُس کے علم میں بات آئے تو وہ اُس شخص کی معرفت بالا افسر کو مطلع کرے لیکن اتنی کمینگی اور تھڑ دل اختیار کرنا کہ کسی مربی کو اچھی حالت میں، نفاست کے ساتھ رہتے ہوئے دیکھ کر دل میں ایک قسم کی حسد کی آگ لگا لینا اور اس تکلیف میں رہنا اور ہر وقت آپس میں باتیں کرنا کہ یہ مربی ضرور کوئی بے ایمان ہے، یہ ضرور ایسا ہوگا ویسا ہوگا۔ دیکھو کیسا اچھا رہتا ہے۔ اچھا رہنا تو اچھی بات ہے۔ گندہ رہنے میں تو کوئی نیکی نہیں ہے۔ یہ جاہلوں کا خیال ہے کہ گندگی میں نیکی ہے۔ تمام انبیاء بہت ہی نفیس اور لطیف مزاج کے مالک ہوا کرتے تھے۔ سب کی طبیعت میں نظافت تھی، نفاست تھی، صفائی تھی، سنجیدگی کے ساتھ مزاح کا بھی پہلو تھا۔ اُن کے گھروں کی نظافت کو دیکھ کر اگر کوئی کہے کہ دیکھو لوگوں کے پیسے کھا گیا تو اپنے ایمان کو گنوانے کے سوا اُس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کسی مربی کے متعلق یہ شکایت ہو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ اُس نے سلسلے کے اموال پر تصرّف کیا ہے تو بدظنی کے نتیجے میں آپ کو ایسا کوئی حق نہیں۔ وہ لوگ جن کا کام ہے سلسلے کے اموال کی نگرانی کرنا اُن کو چاہئے کہ نظر رکھا کریں اور دیکھا کریں کہ کیا اُس نے سلیقے اور بچت سے اپنا معیار بلند کیا ہے، یا غلط تصرّفات کے ذریعہ کیا ہے۔ اُن کا کام ہے وہ اگر ٹھوس وجوہات محسوس کریں تو اوپر افسران بالا کو اُس کی اطلاع کریں لیکن مجلسوں میں یہ

ذکر کریں گے تو آپ کی مجلسوں کو ذلیل و رسوا کر دیں گے۔ غیبت بھی ہوگی اور بہت ہی گھٹیا بات ہو گی۔ نظام جماعت پر اس کا بہت بُرا اثر پڑے گا اس لئے وہ لوگ جن کے سامنے یہ باتیں ہوتی ہیں وہ کراہت کے ساتھ کم سے کم اس مجلس سے ہی اٹھ جایا کریں اور جیسا کہ میں نے ایک دفعہ بیان کیا تھا اُن کا یہ حق ہے کہ وہ ایسے شخص کو کہیں کہ تم نے جو باتیں بیان کی ہیں، تمہارا فرض ہے تم اُن کو متعلقہ افسران تک پہنچاؤ اور اگر نہیں پہنچاؤ گے تو میں پہنچاؤں گا اور بتاؤں گا کہ تم نے کس مجلس میں یہ باتیں کی تھیں۔ اگر اس طرح ساری جماعت ایک دوسرے کی نگران ہو جائے تو بہت سی بدیاں اس میں سے کٹ چھٹ کر الگ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت صحت کے ساتھ نشو و نما پائے گی۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا باتیں بہت سی تھیں لیکن کچھ اس مختصر وقت میں سب سے اہم بات کی طرف میں نے متوجہ کر دیا ہے۔ **عبادت پر قائم ہوں اور عبادت کا مغز حاصل کرنے کی کوشش کریں، عبادت میں لقاء حاصل کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ سے محبت کے جلوے ڈھونڈیں اور سچائی پر قائم ہو جائیں اور لغو اور بیہودہ باتوں سے اپنے معاشرے کو پاک کر دیں تو اگر آپ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی جماعت بہت تیزی سے ترقی کرے گی** کیونکہ آپ کے اندر ترقی کا مادہ موجود ہے۔ آپ کے اندر جوانی کا خون زیادہ ہے بڑھاپے کی نسبت اور دین کی محبت پائی جاتی ہے۔ پس اللہ کرے کہ آپ کی یہ خوبیاں آپ کی دوسری برائیوں کو زائل کرنے کا موجب بن جائیں اور آپ کے اندر دائمی زندگی پیدا کرنے کا موجب ہو جائیں جو تعلق باللہ سے حاصل ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

ابھی نماز جمعہ ہوگی ساتھ نماز عصر جمع ہوگی۔ پھر پرچم کشائی ہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہم باقاعدہ جماعت جرمنی کے جلسے کے پہلے اجلاس کی کارروائی کا آغاز کریں گے۔